پاکستان میں رائج زرعی نظام کا شرعی جائزہ

Prevailing Agricultural System in Pakistan (A Study in Islamic Perspective)

ڈاکٹر زاہدہ پروین*

ABSTRACT

Islam has provided guidance in agriculture like any other field of life. Agriculture provides food and nourishment to men, animals and birds.

Pakistan is an agricultural land. Out of total grass root of Pakistan economy, 80% depends upon the agriculture. Agriculture is the production of food, feed and fiber by the systematic harvesting of plants and animals. The history of agriculture is a central element of human history.

The article deals with the study of Muslims’ contribution to agriculture especially the Prophetic and four caliphs’ time. The Prophet ﷺ initiated the development of a sophisticated system of irrigation, and the Caliphs Hazrat Umar R.A and Hazrat Uthman R.A suggested revolution in agricultural reforms.The Islamic rules on land ownership and labor rights, alongside the recognition of private ownership and introduction of share cropping created by incentives to engage in agriculture.

The present system prevailing in Pakistan has several short comings. Landlordism and poverty of cultivators who are generally uneducated, absence of heavy machinery for cultivation and small holdings also create problem.

Key words: Pakistan, agriculture, human history, land ownership.

* لیکچرار اسلامیات، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین وقار النساء، راولپنڈی

انسان نے خوراک حاصل کرنے اور جسم و روح کا رشتہ بر قرار رکھنے کیلئے پہلے شکار کا پیشہ اختیار کیا اور پھر گلہ بانی۔ تیسرے مرحلہ پر اس نے زراعت کو اپنایا۔ انسانی معاشرت کا آغاز زراعت سے وابستہ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے خود زراعت کی اور پھر یہی فن اپنی اولاد میں بھی منتقل کیا۔ زراعت کی ابتدائی شکل کیا تھی؟ کونسی فصل کس طرح سے بوئی گئی؟ ہوسکتا ہے کہ پھل دار درختوں کی حفاظت اور آبیاری کی صورت میں ہو یا زمین کو پھاڑ کر اس میں بیج ڈالنے کا طریقہ انسان نے بہت بعد میں سیکھا ہو۔ (۱)

زراعت کے آثار ہمیں قومِ نوحؑ میں بھی ملتے ہیں۔ قومِ عاد بھی زرعی زمینوں کے مالک تھے (۲)۔ عرب میں 'ذی زرع وادیاں' بھی تھیں اور عرب اس سے آشنا تھے۔ کعبۃ اللہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے جو دعا فرمائی اس میں یہ الفاظ تھے۔

﴿رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾ (۳)

ترجمہ: اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد ایک ایسی وادی میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت و ادب والے گھر کے پاس لا بسائی ہے۔ اے پروردگار تاکہ یہ نماز قائم کریں، پس لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے اور انہیں پھلوں سے رزق دے تاکہ وہ شکر کریں۔

زراعت کا لغوی مفہوم:

زراعت، باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کا مادہ زَرَاعَۃٌ یا زَرْعٌ ہے۔ زرع کا معنی ہے "اگانا" زمین میں بیج ڈالنا، تخم ریزی کرنا، کھیتی کرنا وغیرہ۔ ابن منظور زَرَاعَۃُ کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔

"الزَّرَّاعةُ بِفَتْحِ الزَّايِ وَتَشْدِيدِ الرَّاءِ، قِيلَ هِيَ الأَرض الَّتِي تُزْرَعُ" (۴)

ترجمہ: زراعۃ سے مراد ہے زمین کا بونا اور کاشت کرنا ہے۔

باب مفاعلہ کی اصل خاصیت مشارکت ہے یعنی دو اشخاص کا کسی فعل میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہونا۔ لہذا زراعت کے معنی ہوئے دو افراد کا زراعت یا زرع کے عمل میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہونا۔ زراعت کے عمل میں بھی دو افراد شریک ہوتے ہیں۔ ایک زراعت کے لئے زمین پیش کرتا ہے اور دوسرا اپنی محنت۔ زراعت کے لغوی معنی اور اصطلاحی مفہوم میں کامل ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

زراعت کا اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح میں زراعت سے باہمی کھیتی باڑی کا ایک معاہدہ ہے جو مالک زمین اور کاشتکار کے درمیان بعض پیداوار پر طے پاتا ہے۔ کتاب الہدایہ میں مزارعت کی حسب ذیل تعریف دی گئی ہے:

"وَفِي الشَّرِيعَةِ: هِيَ عَقْدٌ عَلَى الزَّرْعِ بِبَعْضِ الْخَارِجِ"(۵)

ترجمہ: شریعت میں زراعت پیداوار کے کچھ حصہ کے عوض کاشتکاری کا معاہدہ ہے۔

زراعت کی فضیلت واہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں:

زراعت ایک قدیم پیشہ ہے اور یہ انبیاء سے منسوب ہے جنہوں نے خود بھی کاشت کاری کی اور دوسروں کو اس کی ترغیب دی۔ مقدمہ ابن خلدون میں ہے کہ یہ زراعت ایک سادہ، صاف اور فطری پیشہ ہے اس میں زیادہ علم و نظر کی ضرورت نہیں اس لیے یہ پیشہ حضرت آدمؑ کی طرف منسوب ہے آپؑ ہی اس کے بتانے اور سکھانے والے ہیں۔ آپؑ ہی نے سب سے پہلے کھیتی باڑی کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روزی کمانے کا سب سے پرانا طریقہ ہے(۶)۔

کاشتکاری ایک مقدس پیشہ ہے اس کی فضیلت اور تقدس اس وقت بہت بڑھ جاتا ہے جبکہ خود ہاتھ سے محنت کرکے کاشت کاری کی جائے۔ نبی اکرم ﷺ کی متعدد احادیث میں ہاتھ سے محنت کرکے کمانے کی فضیلت بیان کی ہے۔ ایک حدیث میں ہے:((إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ)) (۷)

ترجمہ: کسی شخص نے ہاتھ کی محنت سے بہتر روزی نہیں کھائی۔

نبی اکرم ﷺ نے خود کاشت کرنے کی فضیلت بیان فرمائی۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يغْرِسُ غَرْسًا أو يزْرَعُ زَرْعًا فيأكُلُ مِنه طَيرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أوْ بهيمة إلاّ كَانَ له به صَدَقة)) (۸)

ترجمہ: جو مسلمان درخت بوتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے اور اس سے پرندہ، انسان یا جانور اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں تو یہ عمل اس کے حق میں صدقہ بنتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کاشتکار کو صرف فعل زراعت کی وجہ سے ثواب ملتا ہے۔ اس کی نیت ثواب حاصل کرنے کی ہو یا نہ ہو۔ جب تک بونے یا کھیتی

سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے ثواب جاری رہتا ہے خواہ پودا لگانے والا وفات پا چکا ہو یا اس کی ملکیت کسی دوسرے کی طرف منتقل ہو چکی ہو۔

علماء کا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فیاضی سے یہ بعید نہیں کہ وہ ایسے شخص کو مرنے کے بعد بھی نوازتا رہے جس طرح اس کی زندگی میں نوازتا رہا ہے یعنی چھ باتوں کے سلسلہ میں ایک صدقہ جاریہ، دوسرا وہ علم جس سے پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ تیسرے نیک اولاد جو اپنے والدین کیلئے دعا کرے، چوتھا پودا، پانچواں کھیتی اور چھٹا پاسبانی یعنی دشمنوں کے مقابلہ میں سرحد وغیرہ کی حفاظت کرنا(۹)۔

رسول اللہ ﷺ کی زرعی حکمت عملی کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ جو لوگ مسلمان ہو گئے ان کی سابقہ املاک کو بحال رکھا گیا۔ مثلاً آپ ﷺ جب مدینہ پہنچے تو انصارؓ کو ان کی زمینوں پر بحال رکھا گیا۔ بنی نضیر کی مدینہ بدری کے بعد ان کی املاک بحق سرکار ضبط کر لی گئیں(۱۰)۔

مدینہ، بحرین، طائف اور یمن کی زمینوں کے مالکان مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں جائیدادوں پر بحال رکھا اور زمینوں پر عشر عائد کر دیا(۱۱)۔

فتح مکہ کے بعد بہت سے قبائل اسلام لے آئے جو افراد و قبائل مسلمان ہو گئے، ان کی جائیدادوں سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی اس پالیسی کا مقصد اسلام کی ترغیب، عدل و انصاف کا قیام، معاشرتی استحکام اور عرب کی زمین کی آبادکاری تھا(۱۲)۔

خلاصہ یہ کہ آپ ﷺ نے مسلمان ہونے والے افراد و قبائل کو سابقہ املاک پر بحال رکھا اور جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے ان کی املاک بحق سرکار ضبط کر لی گئیں اور مسلمان ہونے والے افراد میں بطور عطیہ تقسیم کر دی گئیں۔

وہ اموال جن کو ان کے مالکوں نے مصارف خیر اور رفاہ عامہ کیلئے وقف کر دیا ہو ایسے اموال کسی کی ملکیت نہیں ہوتے؛ نہ کوئی ان کو بیچ سکتا ہے، نہ کوئی خرید سکتا ہے اور نہ ہی ہبہ کر سکتا ہے، ان اموال کو صرف ان مصارف میں خرچ کیا جائے گا جن کیلئے وہ وقف ہوئے ہیں۔ وقف اراضی کے احکامات بھی اسی طرز پر ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ میں وقف کی ایک تحریک پیدا کر دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی پیروی کرتے ہوئے اپنا خیبر کا حصہ فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا(۱۳)۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وادی عتیق کا مشہور کنواں (بئر رومہ) بہت مہنگے داموں خرید کر عام مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا تا کہ ان کو پانی کی تنگی نہ ہو[۱۴]۔

غرض یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اراضی اور کنویں بڑی تعداد میں وقف کئے جن سے خلق خدا کو فائدہ پہنچا۔

زراعت کا جواز:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زراعت کی اجازت بھی دی ہے۔ اور اس پر عمل بھی کیا ہے چند احادیث روایات زراعت کے جواز میں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم اپنی زمینوں کو عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کرایہ پر دیا کرتے تھے[۱۵]۔

۲۔ حضرت حنظلہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کُراء الارض کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے میں نے کہا کہ نقد لگان، سونے چاندی کے بدلے بھی منع کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں[۱۶]۔

۳۔ حضرت ابو جعفرؒ کہتے ہیں کہ ((**كَانَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ يُعْطِي الْأَرْضَ عَلَى الشَّطْرِ**))[۱۷]
ترجمہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی زمین نصف بٹائی پر دیتے تھے۔

۴۔ ابن ابی شیبہؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے نقل کی ہے: ((**لَمْ يَرَ بَأْسًا بِالْمُزَارَعَةِ عَلَى النِّصْفِ**))[۱۸] ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ زمین کو نصف پر بٹائی پر دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

۵۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد خلافت راشدہ میں تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض بٹائی پر زمین دیتے رہے[۱۹]۔

۶۔ حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اپنی اراضی تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض دیتے ہوئے دیکھا ہے[۲۰]۔

۷۔ حضرت ابو جعفر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی حصہ کی بٹائی پر زمین کی کاشت نہ کرتا ہو۔ حضرت علی، حضرت سعد بن مالک، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم، عمر بن عبد العزیز، قاسم، عروہ، آل ابو بکر، آل عمر، آل علی اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہم یہ سب اپنی زمینیں اسی طرح کاشت پر دیا کرتے تھے[۲۱]۔

۸۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عہد نبوی تا ابتدائے عہد امیر معاویہ تک اپنی زمینیں زراعت پر دیتے رہے مگر جب رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث سنی تو اس خوف سے ترک کر دیا کہ شائد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عمر میں منع کر دیا ہو[۲۲]۔

۹۔ خیبر کی مثال: واقعہ خیبر ۷ھ عہد نبوت و خلافت کے مشہور ترین واقعات میں سے ہے۔ خیبر کا معاملہ اول و آخر زراعت کا معاملہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حصہ بھی بٹائی پر دیا۔ حکومت کا حصہ بھی نصف پر دیا اور پندرہ سو مجاہدین کی ظرف سے بھی زراعت پر زمین دی۔ اس طرح زراعت پر زمین دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ٹھہری۔

زراعت سود نہیں ہے:

زراعت کی بعض اقسام یثرب کے جاہلی معاشرے میں رائج تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر وہاں کی زمینوں کی آبادکاری کیلئے منصوبہ بندی کی اور اس منصوبہ پر عمل در آمد شروع کیا تو ان مختلف اقسام زراعت سے بھی واسطہ پیش آیا۔ زراعت کی وہ صورتیں ربوٰا سے مشابہ اور ظلم و استحصال کا ذریعہ تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ممنوع قرار دیدیا اور زراعت کی عام اور سادہ صورت کو جاری رہنے دیا۔ زراعت اپنی اصل کے لحاظ سے ربوا سے کوئی مماثلت نہیں رکھتی۔ ربوا کا تعلق سرمایہ و دولت سے ہے اور اس میں سرمایہ دار صرف نفع میں شریک ہوتا ہے نقصان میں نہیں۔ وہ کسی قسم کے خطرے میں شامل نہیں ہوتا۔ جبکہ زراعت میں مالک اور مزارع دونوں نفع و نقصان میں شریک ہوتے ہیں۔ اگر فصل خراب ہو جائے تو دونوں کو نقصان ہوتا ہے نیز حصوں کی مقدار معین نہیں ہوتی جتنی فصل ہو، اسے مقررہ حصوں کے مطابق تقسیم کر لیا جاتا ہے۔ اس لئے ربوا حرام ہے اور زراعت جائز ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات اس کی تائید کرتی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے: ((لَمْ يُحَرِّمِ الْمُزَارَعَةَ، وَلَكِنْ أَمَرَ أَنْ يَرْفُقَ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ))[۲۳] ترجمہ: بے شک آنحضرت

ﷺ نے زراعت کو حرام نہیں کیا۔ بلکہ آپ ﷺ نے یہ حکم دیا کہ لوگ آپس میں نرمی اور رفاقت کا سلوک کریں۔

زراعت کے جواز میں چند اہم نکات:

گذشتہ صفحات میں جو نظائر و شواہد پیش کئے گئے ہیں ان سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اسلام میں زراعت اپنی اصل کے لحاظ سے ممنوع اور حرام نہیں ہے۔ یہ عہد نبوت اور عہد خلافت راشدہ میں رائج رہی ہے اور مملکت اسلامیہ کا پورا معاشی و معاشرتی ڈھانچہ زراعت کو جائز سمجھتا تھا۔ زراعت کے جواز میں چند اہم نکات بیان کئے جاتے ہیں۔

☆ رسول اللہ ﷺ صرف معلم و مبلغ ہی نہ تھے بلکہ ملک کے حاکم و فرماں روا تھے۔ اگر زراعت حرام ہوتی تو آپ ﷺ اس کا واضح طور پر اعلان فرماتے اور اس کی ہر نوع کو بند کر دیتے جس طرح سود کو آپ ﷺ نے نہ صرف حرام قرار دیا بلکہ مسلمان معاشرے سے اس کا نام ونشان مٹا دیا۔ لیکن زراعت کا عمل آپ ﷺ کے عہد اور اس کے بعد بھی جاری رہا۔ یہ معاملہ چند افراد سے متعلق نہ تھا بلکہ پوری مملکت کے نظم و نسق سے تعلق رکھنے والی چیز ہے۔ اگر آپ ﷺ نے اسے حرام قرار دیا ہوتا تو یہ معروف و مشہور بات ہونی چاہیے تھی، لیکن ایسا نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت اور خلفائے راشدین کی عملی زندگی قول و فعل میں مطابقت کا بہترین نمونہ تھی۔ یہ گمان ہی نہیں کیا جا سکتا کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء راشدین ایک بات کو غلط کہیں اور اسے رائج بھی رہنے دیں۔

☆ اسلام کے نظام ملکیت میں مردوں کے ساتھ بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو بھی حق ملکیت حاصل ہوتا ہے قانون میراث کے تحت ایک شخص کے مرنے پر ترکہ بچوں، عورتوں اور بوڑھوں میں بٹ جاتا ہے۔ اس میں بیٹوں کیلئے بھی حصہ ہوتا ہے اور بیٹیوں و بیوی کیلئے بھی۔ اگر ملکیت زمین کے ساتھ "خود کاشتی" کی شرط عائد کر دی جائے تو نظام ملکیت اور نظام زراعت میں ایک تضاد اور تناقض کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ اسلام اس قسم کے تضاد سے پاک ہے۔ اسی لئے وہ زراعت کو جائز قرار دیتا ہے۔

☆ اسلام کا قانون بیع و شراء جائز اشیاء کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں کسی قسم کی پابندی نہیں لگاتا اور نہ ہی انسان کو تصرف کے حق سے محروم کرتا ہے۔ پھر زمین کے سلسلہ میں پابندی کیوں عائد کی جاتی۔

☆ اسلام نے تجارت، صنعت اور معاشی کاروبار کے تمام شعبوں میں نفع و نقصان کی شراکت پر دوسروں کے ساتھ کاروبار کرنے کی اجازت دی ہے۔ زمین بھی سرمایہ کی طرح ایک عامل پیدائش ہے اس کا مالک شراکت اور مضاربت کے اصول پر زراعت پر کاشت کیوں نہیں کرا سکتا۔

☆ مدینہ اور عرب کے دیگر زرعی علاقوں میں غلاموں سے کھیتی کروانے یا اجرت پر کھیت میں کام کروانے کا رواج عام تھا۔ یہ رواج ظہور اسلام کے بعد بھی جاری رہا۔ اسی لئے آپ ﷺ نے مزدوروں کے حقوق کی پُرزور تاکید کی ہے کہ ان سے بیگار نہ لو اور ان کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے قبل ادا کرو۔ زمین پر مزارع کا کام بھی اجرت پر مزدوری جیسا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مزدور کو روزانہ اجرت دی جاتی ہے اور مزارع چھ ماہ بعد فصل کٹنے پر اپنی مزدوری لیتا ہے۔ دونوں معاملات اپنی نوع کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں پھر ایک کے جائز اور دوسرے کے ناجائز ہونے کا کیا مفہوم ہوا۔

پاکستان میں رائج زرعی نظام:

پاکستان کا اراضی نظام صدیوں سے چلا آرہا ہے اس میں تغیرات زمانہ سے انقلابات آتے رہے مگر مجموعی طور پر اس کی حالت میں کوئی خاص فرق نہ آیا۔ آج تک کم و بیش پاکستان کا زمینداری نظام درج ذیل اقسام پر مشتمل رہا ہے:

۱۔ **نجی زرعی نظام:** اس نظام کے تحت اراضی کی بڑی بڑی جائیدادیں جن کے مالک انفرادی زمیندار ہیں گائوں کی آبادی زیادہ تر ان مزارعین پر مشتمل ہوتی ہے جو اراضی کو کاشت کرتے ہیں[۲۴]۔

اس نظام میں زمیندار کلی طور پر بڑے بڑے قطعات اراضی کے مالک ہوتے ہیں وہ اراضی کا مالیہ ادا کرتے ہیں، خود کاشت نہیں کرتے بلکہ مزارعین کو کاشت کے لیے ملازم رکھتے ہیں اور بسا اوقات اپنی زمینیں مزارعوں اور ہاریوں کو پٹہ پر دے دیتے ہیں فصل کٹنے پر اپنا طے شدہ حصہ وصول کر لیتے ہیں۔

۲۔ **خود کاشتکاری نظام:** اس سے مراد وہ زمیندار ہیں جو نسبتاً چھوٹے رقبوں کے مالک ہیں جن کو وہ اپنے افراد خاندان یا اجیر کارکنوں کی مدد سے کاشت کرتے ہیں یہ مالکان اراضی علی العموم دیہاتی برادریوں کی شکل میں آباد ہیں[۲۵]۔

۳۔ **رعیت داری نظام:** اس نظام کے ماتحت اراضی براہ راست حکومت سے بنیاد مزارعت پر حاصل کی جاتی ہے لیکن عملاً اس کا استقلال پوری طرح محفوظ ہوتا ہے قابض کاشتکار کو آزادی حاصل ہے کہ جس

اراضی کو چاہے چھوڑ دے اور مالگزاری ادا کرنے کی ذمہ داری سے بچ جائے دخیل کار کو موروثی اور انتقالی حقوق حاصل ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ عملاً مالک ہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ نظام صوبہ سندھ میں رائج ہے[۲۶]۔

۴۔ **محل واڑی نظام:** اس نظام کے تحت حکومت پورے گاؤں کو ایک وحدت قرار دے کر گاؤں کے تمام لوگوں پر بحیثیت مجموعی لگان عائد کر دیتی ہے جس کی ادائیگی انفرادی یا اجتماعی طور پر پورے گاؤں پر عائد ہوتی ہے۔ اس نظام میں نمبر دار کی وساطت سے حکومت کو مالیہ ادا کیا جاتا ہے۔ اس نظام کو بھائی چارہ نظام بھی کہتے ہیں۔ یہ نظام صوبہ پنجاب اور خیبر پختونخواہ کے اکثر علاقوں میں رائج ہے[۲۷]۔

پاکستان میں بڑی زمینداریاں:

پاکستان میں زمین کی ملکیت کے حالات یکساں نہیں ہیں بلکہ ہر صوبہ کے حالات میں فرق ہے۔

پنجاب: پنجاب میں جاگیرداری صوبائی عصبیت کی گود میں پروان چڑھی۔ مشرقی پنجاب سے آئے ہوئے چھوٹے بڑے زمینداروں نے علاقے الاٹ کروالیے، کافی زمینوں پر مقامی لوگوں نے قبضہ کر لیا تھا اور یہ سب مال مفت دل بے رحم کے مقولے پر کاربند ہو کر پیداوار بڑھانے اور مزارعین کی حالت بہتر بنانے کے قائل نہیں[۲۸]۔

سندھ: سندھ میں ابھی تک بڑی زمینداری موجود ہے جس کے باعث صوبوں کے دیہی اور شہری حالات میں واضح معاشرتی اور اقتصادی تفریق موجود ہے صوبوں کے مابین کشمکش کا بڑا سبب بھی یہی زمینداری نظام رہاہے۔ "سندھ کے پورے رقبہ کا اسی فیصد حصہ قلیل التعداد جاگیرداروں کے قبضہ میں ہے"[۲۹]۔ ان کی اراضی کو مزارعین کاشت کرتے ہیں جو ہاری کہلاتے ہیں اور ملکیت زمین کے بارے میں ان کی یہ حالت ہے کہ سندھ میں پچیس لاکھ ہاری ہیں جن کے پاس ایک ایکڑ زمین بھی نہیں ہے[۳۰]۔

خیبر پختونخواہ: صوبہ خیبر پختونخواہ میں زمین کے مسائل کی نوعیت سندھ اور پنجاب سے جدا ہے۔

انیس فاطمہ کے بقول:

" یہاں ابھی تک انگریزوں کے زمانہ کے قوانین کا نفاذ ہے جس کی رو سے وہاں کا مزروعہ علاقہ انہوں نے چند لوگوں کو ان خدمات کے عوض دیا تھا جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی

جدوجہد میں دیسیوں کے خلاف انجام دیں تھیں۔ یہ لوگ بالعموم انعام دار کہلاتے ہیں ہندوؤں کی چھوڑی ہوئی زمینوں پر بھی زیادہ تر انہی لوگوں کا قبضہ ہے"۔(۳۱)

بلوچستان: بلوچستان کے حالات ملک کے دوسرے حصوں کے مقابلہ میں بڑی حد تک نیم جاگیر دارانہ نظام سے مشابہ ہیں کیونکہ آبادی کی ساخت قبائل ہے۔ پورے صوبہ میں جاگیر داری نظام اپنی بھرپور شدتوں اور ہولناکیوں کے ساتھ موجود ہے۔ سارے مزروعہ علاقوں پر چند قبائلی سرداروں کا قبضہ ہے جن سے وہ اور ان کے اقرباء فائدہ اٹھا رہے ہیں۔(۳۲)

پاکستان میں بڑی بڑی زمینداریاں کیسے وجود میں آئیں:

ہمارے ملک کی اکثر بڑی زمینداریاں و جاگیریں اس قبیل سے تعلق رکھتی ہیں جو انہیں عوام دشمنی یا وطن فروشی کے عوض عطا ہوئیں۔ عوام کو ایک پسماندہ نوآبادیاتی نظام کی زنجیروں میں جکڑنے اور اس نظام کو عوامی غصہ کے پرشور طوفانوں سے محفوظ رکھنے کیلئے انگریزوں کو ایک مضبوط اور وفادار طبقہ کی حمایت درکار تھی۔ چنانچہ انہوں نے وطن فروش، غدار، نوابوں، راجوں، مہاراجوں، افسروں، پیروں، سجادہ نشینوں، مذہب کے ٹھیکیدار علماء سُوء کو اور اپنے وفاداروں کو بڑی بڑی جاگیریں دے کر انہیں اپنی حکومت اور نوآبادیاتی نظام کا ستون بنایا۔

عقیل عباسی اس بارے میں لکھتے ہیں:

"اپنی قومی غیرت بیچ کر انگریزی حکومت کے لیے خدمات انجام دیں فوجیں بھرتی کرائیں مجاہدین آزادی کو کچلنے میں ان کا ساتھ دیا، محبّانِ وطن کی پھانسیوں میں ممد و معاون ثابت ہوئے اور ان کارناموں کے بدلہ میں انہوں نے بڑی بڑی جاگیریں پائیں، انعام و اکرام سے سرفراز ہوئے"۔(۳۳)

انگریز اس سرزمین پر قدم رکھتے ہیں تو ہمارے علماء کرام بھی دو حصوں میں بٹ جاتے ہیں ایک طبقہ انہیں کافر، دجّال قرار دے کر علم جہاد بلند کرتا اور دوسرا طبقہ ان کی خدمت و خوشامد کو اپنا شعار بنالیتا ہے اور جاگیرداری نظام اور انگریزی حکومت کے حق میں فتوے دیتا ہے۔ پہلے طبقہ کو اپنے عقائد کی سزا بھگتنی پڑی، ان راہنماؤں کو توپوں کے منہ سے باندھ کر اڑا دیا گیا جبکہ دوسرا طبقہ فائدہ میں رہا اس نے دین

فروشی کے عوض بڑی جاگیریں، زمینیں اور جائیدادیں انعام میں پائیں۔ موجودہ پیروں اور پیر زادوں کی جاگیریں بھی اس طرح ناجائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہیں۔

مشائخ کا اثر ورسوخ قبائلی سرداروں سے بھی زیادہ ہے ایک طرف ان کی بڑی بڑی گدیاں ہیں جن کے ساتھ ہزاروں ایکڑ اراضی ہے اس کے علاوہ عقیدت مندوں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جو بعض حالات میں ہندوستان تک پھیلا ہوا ہے۔ (۳۴)

خلاصۂ کلام یہ کہ پاکستان میں پائی جانے والی اکثر و بیشتر بڑی زمینداریاں انگریزوں کی عنایت خسروانہ ہے اور ملک و قوم سے غداری کا صلہ ہے۔

پاکستان کے زرعی نظام کے اثرات:

پاکستان کا زمینداری نظام جو کہ دوسرے لفظوں میں جاگیر داری نظام ہے۔ ہماری بہت سی قومی وملی برائیوں کا اہم سبب ہے۔ جاگیر داری نظام جہاں بھی رائج ہو وہاں معاشرتی اور معاشی پسماندگی عوام کا مقدر بن جاتی ہے۔

آیئے اب یہ دیکھیں کہ ہمارے ملک میں زمینداری یا جاگیر داری نظام کن کن خرابیوں اور برائیوں کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

1۔ معاشرتی اثرات:

ہمارا زمینداری نظام معاشرہ سے چمٹی ہوئی وہ جونک ہے جو اس کا خون مسلسل چوس رہی ہے' معاشرہ میں افراط و تفریط کی صورت پیدا ہو چکی ہے۔ معاشرہ دو حصوں میں بٹ چکا ہے۔ اس نظام نے ملکی امن وامان کی صورت حال کو تباہی کے کنارے پہنچا دیا ہے۔ جرائم میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس ساری معاشرتی تباہی و بربادی کا باعث یہی زمینداری و جاگیر داری نظام ہے۔

ا۔ طبقاتی تقسیم:

موجودہ زمینداری سے زراعت اور زرعی معیشت سے تعلق رکھنے والے لوگ دو مختلف طبقات میں منقسم ہو گئے ہیں۔ ایک طبقہ جاگیر دار اور زمیندار کہلاتا ہے اور دوسرا مزارعین و کاشتکار؛ اول الذّکر طبقہ کو کسی نہ کسی جائز و ناجائز طریقہ سے زرعی زمینوں سے متعلق حق ملکیت حاصل ہوتا ہے۔ لیکن وہ اپنی

مملوکہ زمینوں کو خود کاشت نہیں کر رہا ہوتا، بلکہ دوسروں سے بٹائی اور مزارعت پر کاشت کرواتا ہے یا پیداوار کے ایک حصہ کی بجائے کاشتکار سے بطور کرایہ نقد رقم وصول کرتا ہے اور ثانی الذّکر طبقہ ایسے افراد پر مشتمل ہے جو اپنی زیر کاشت اراضی کے مالک نہیں ہوتے لیکن زراعت و کاشتکاری کی جملہ مشقتیں و صعوبتیں وہی برداشت کرتے ہیں اور اس کے عوض پیداوار کا ایک معمولی حصہ پاتے ہیں۔

اس زمینداری نظام نے صرف مالکان اراضی اور کاشتکاروں پر مشتمل دو طبقات کو ہی وجود نہیں بخشا بلکہ مجموعی طور پر معاشرہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے ایک اَپر کلاس سوسائٹی جو اپنی بود و باش' رہن سہن' رسم و رواج اور طور طریقوں سے بالکل ایک مختلف مخلوق ہے۔ اس طبقہ کے روح رواں یہی زمیندار ہیں اور دوسرا طبقہ کمتر حیثیت کے مالک لوگوں کا ہے جنہیں کسی طرح بھی قابل التفات نہیں سمجھا جاتا حالانکہ ان پر آبادی کا کثیر حصہ مشتمل ہے۔

اس طبقہ نے تعلیم کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ملک میں قائم ہونے والے تعلیمی ادارے دو قسم کے ہیں ایک امراء اور خوش حال طبقہ کے لیے اور دوسرے پسماندہ طبقات کے لیے۔

۲۔ مزارع کی معاشرتی حالت:

کسان یا مزارع کی معاشرتی حالت کو حسب ذیل عنوانات کے تحت بیان کیا جا سکتا ہے۔

غلامی: اللہ تعالی نے ہر انسان کو آزاد پیدا کیا ہے مگر دنیا کے ظالم جاگیردار و زمیندار اپنے مزارعوں کو پیدا ہوتے ہی اپنا غلام سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ دیہاتوں میں عملاً وڈیروں' جاگیرداروں اور سرداروں کی عمل داری یا دوسرے الفاظ میں حکومت ہوتی ہے مزارعین، اہل حرفہ اور کھیت مزدور اپنے بیوی بچوں سمیت ان کے محکوم اور غلام ہوتے ہیں۔

بیگار: بیگار کے کام دینا بھی مزارع کی قسمت کا حصہ ہے زمینداری کسی وقت بھی ہاری سے کنویں سے پانی نکالنے' اپنا مکان بنانے یا اس قسم کی کوئی دوسری بیگار لے سکتا ہے۔

رحمت اللہ طارق' بیگار کے متعلق لکھتے ہیں:۔

> "بیگار کی لعنت ہمارے زمیندار طبقہ میں اس قدر راسخ ہو چکی ہے کہ رفتہ رفتہ مفت کام لینے کو اپنا پیدائشی حق سمجھنے لگے ہیں پاؤں دبوانا ہو یا جسم مالش کروانا ہو حقہ بھروانا ہو خواہ گھر کا تمام کام کاج کروانا صرف غریب کسان ہی کے واجبات میں یہ ڈیوٹی شامل ہے۔

بلکہ اس کی بہو' بیٹیاں اور بیوی پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ خلوت ہو خواہ جلوت زمیندار کی خدمت گزاری سے انکار کی مجال نہیں کرسکتیں"۔ (۳۵)

بے بسی اور لاچاری: زمیندار کے سامنے مزارع بالکل بے بس ہوتا ہے اگر وہ اپنی پیداوار ایک نکمے زمیندار کو نہ دے جس کا نام سرکاری کاغذوں میں بطور مالک لکھا ہوتا ہے تو اسے سزا ملتی ہے، ذلیل وخوار کیا جاتا ہے، اس کی عزت و آبرو لوٹی جاتی ہے۔

ہاری جو کئی نسلوں کے لیے زمین کاشت کرتا ہے اسے اس بات کا پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کب تک اس زمین پر ٹھہر سکے گا۔ ڈر اس کی زندگی کا ایک حصہ ہے' قید کا خوف' زندگی' زمین یا بیوی کا خوف۔ ہو سکتا ہے کہ زمیندار اس سے ناراض ہو جائے اور اسے نکال باہر کرے۔ (۳۶)

پاؤں چھونا: ہاری آکر زمیندار کے پاؤں کو ہاتھ لگائے، اس کا مقصد دراصل صرف یہ بتاتا ہے کہ ہاری ایک پنچ مخلوق ہے جو زمیندار کے آگے جھکتی ہے اور اس کے رحم و کرم پر رہتی ہے ہاری زمیندار کے پاؤں چھوتا ہے تو اس کے ذہن میں مالک کل ہوتا ہے کیونکہ ساری زمین کا مالک زمیندار ہوتا ہے جو اسے بھوکا مار سکتا ہے اور بعض حالات میں اس کی جان بھی لے سکتا ہے۔ (۳۷)

جہالت: ہمارے معاشرہ میں مزارع، ہاری، کاشتکار کو سوچ سمجھ کر ناخواندہ رکھا جاتا ہے اسے تعلیم و تنظیم سے الگ تھلگ رکھا جاتا ہے وڈیرے کے اپنے بچے تو یورپ میں پڑھیں گے مگر خود اس کے گاؤں میں پرائمری سکول تک نہ ہو گا۔

اس کے حلقۂ رعیت میں کاشتکار زیور تعلیم سے آراستہ نہ ہو سکیں بلکہ وہ اس کے دست نگر رہیں کیونکہ اس کے خیال میں تعلیم بغاوت کے جراثیم پیدا کرتی ہے اور تعلیم حاصل کرنے والی آبادی ان کی ناجائز اور ظالمانہ روش کے ساتھ کبھی سمجھوتہ نہ کر سکے گی۔ (۳۸)

۳۔ زمیندار کی معاشرتی حیثیت:

کسانوں سے بٹائی لینے والے اور ان کا استحصال کرنے والے مالکان امراء کہلاتے ہیں۔ وہی حکومت کا نظام چلاتے ہیں اور اشراف کہلاتے ہیں۔ (۳۹)

یہ وہ طبقہ ہے انصاف جس کی مٹھی میں بند ہوتا ہے روپے سے وفاداریاں خرید تا ہے۔ طاقت کے زور پر من مانیاں کرتا ہے۔ دولت پر ایک مخصوص طبقہ کی گرفت سے استحصال کا دور شروع ہو جاتا ہے

۔ محنت کی کمائی پر عیش پرستوں کا قبضہ ہو جاتا ہے غربت چوراہوں پر دندناتی پھرتی ہے ۔ ضمیر مردہ ہو جاتے ہیں حوّا کی بیٹیوں کی سرعام تذلیل ہوتی ہے قانون کی دھجیاں سرعام اڑائی جاتی ہیں۔

ہمارے مزارع اور ہاری جانتے ہیں کہ فلاں راجہ، فلاں چوہدری، فلاں مالک اور پیرزادہ وڈیرہ، خان، سردار بدکردار اور بد اخلاق ہے لوگوں کی عزتوں سے کھیلتا ہے لیکن اس کے باوجود معاشی لحاظ سے مجبور ہیں کہ اسی کو ووٹ دیں اور اپنا لیڈر بنائیں۔

ان زمینداروں کا اپنا ایک الگ کلچر ہوتا ہے جس سے ہٹنا ان کے لئے ممکن نہیں۔ ان کی اعلی تعلیم اگرچہ معاشرتی معقول اقدار اور انسانیت کی شائستہ ارتقاء سے وابستہ اصولوں پر مبنی ہوتی ہے لیکن یہ لوگ اس پر عمل نہیں کرتے۔ ندائے کسان میں ہے:

> ”آکسفورڈ، ھارورڈ، بارکلے اور سوربون کی تعلیم بھی اگر یہ لوگ حاصل کرلیں تو اس کا اثر اپنے فیوڈل مزاج پر نہیں ہونے دیتے۔ فیوڈل معاشرت اور اس کے سماجی سٹرکچر پر ان کا ایمان اعلی تعلیم کے بعد کچھ زیادہ ہی مستحکم ہو جاتا ہے“ اور بھی جان پڑگئی دیدہ ٔامتیاز میں۔ (۴۰)

پاکستانی معاشرہ میں سرمایہ دارانہ طرز استحصال کے مقابلہ میں زمیندارانہ ظلم وجور اور جاگیردارانہ زراعت اور مزارعت کے ”طریق واردات“ سے ہونے والے جبر واستحصال کی مقدار بہت زیادہ ہے لہذا یہاں کسی سماجی انصاف تک کا تصور نہیں کیا جا سکتا جب تک زمینداری و جاگیرداری کے موجودہ نظام کو ختم کرکے ایک بالکل نئے اور منصفانہ بندوبست اراضی کی صورت پیدا نہ کی جائے اس لئے جب تک یہ نظام موجود ہے ستر پچھتر فیصد انسان جاگیرداروں ٔوڈیروں اور بڑے زمینداروں اور قبائلی سرداروں کے زیر نگین ہیں، دستور مملکت میں درج حقوق شہریت بے معنی ہیں۔

۲۔ سیاسی اثرات:

پاکستان ایک اسلامی جمہوری ملک ہے، جس کا سیاسی نظام عوامی انتخاب پر مبنی جمہوری نظام ہے لیکن کیا واقعی پاکستان میں جمہوریت ہے؟ جمہوریت کیا ہے؟

Democracy is Government of the people, by the people, for the people.

لیکن پاکستان میں پائی جانے والی جمہوریت نہ تو عوام کی ہے نہ عوام پر مشتمل ہے اور نہ عوام کے لئے بنی ہے بلکہ پاکستان کی جمہوریت اس طبقہ کے مفادات کے تحفظ کا ذریعہ ہے جسے زمیندار' جاگیر داریا Orestocracy کہا جاتا ہے۔

درحقیقت سیاسی نظام خواہ کسی بھی ملک کا ہو وہ ہمیشہ معاشی نظام کے تابع ہوتا ہے، پیداواری ذرائع کی ملکیت محنت کشوں کے پاس ہے تو جمہوریت عوامی ہوگی اور اگر پیداواری ذرائع کی ملکیت سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے پاس ہوگی تو جمہوریت بھی سرمایہ دارانہ وجاگیردارانہ ہوگی اگر معاشی نظام نیم سرمایہ دارانہ اور نیم جاگیردارانہ ہے تو جمہوریت بھی نیم دروں اور نیم بروں ہوگی۔

۱۹۴۷ء سے آج تک پاکستان سیاسی تجربات کی بھٹی بنا رہا ہے جمہوریت، مارشل لاء، کنٹرولڈ جمہوریت، جماعتی انتخاب، غیر جماعتی انتخاب؛ غرض کون سا ایسا نظام ہے جو ہم نے نہیں اپنایا مگر کسی بھی سیاسی تجربہ سے ہمیں صحیح اور صحت مند سیاسی قیادت مہیا نہ ہو سکی۔ لوگ آتے جاتے رہے لیکن قیادت میں تسلسل اور استحکام پیدا نہ ہو سکا اور نہ قیادت میں داخلی اور بیرونی چیلنجوں سے عہدہ برا ہونے کی سکت پیدا ہو سکی۔ حالانکہ قیام پاکستان کے وقت یہاں کے لوگوں میں جوش، جذبہ، ایثار و قربانی جیسی صفات کی کمی نہ تھی جو کہ ایک زندہ قوم کے لئے درکار ہوتی ہیں۔ تحریک خلافت سے تحریک پاکستان تک ہر مرحلہ پر جاگیردار طبقہ کے مقابلہ میں عوام اور متوسط طبقہ کے نمائندہ افراد سیاست پر چھائے رہے لیکن جب پاکستان بن گیا تو وہ سب زمیندار وجاگیردار، خان، سردار جو عوام یا متوسط طبقہ کے ہاتھوں پٹ گئے تھے بساط سیاست پر نہ صرف نظر آنے لگے بلکہ روز بروز ان کا اقتدار اور اختیار بڑھتا گیا اور بڑھتا چلا جارہا ہے۔

موجودہ زمینداری نظام کے سیاسی اثرات کو ذیل کے عنوانات سے واضح کیا جاتا ہے۔

جمہوریت کی ناکامی:

قیام پاکستان کو ۷۴ برس کا عرصہ بیت چلا ہے اس دوران تقریباً کئی سال ہم نے مارشل لاء کے تحت گزارے اور باقی کئی سال لولی لنگڑی جمہوریت رہی جبکہ اس کے مقابل ہمارے ہمسایہ ملک بھارت میں جمہوریت کی جڑیں بہت مضبوط ہیں اس کی وجہ وہاں جاگیرداری نظام کا خاتمہ ہے، قیادت اہل لوگوں کے ہاتھوں میں آئی۔ سرداریاں ختم ہو گئیں اور اچھے لوگ سامنے آرہے ہیں۔

اقتدار پر قبضہ:

پاکستانی سیاست پر ہمیشہ سے جاگیر داروں وزمینداروں کا قبضہ رہا ہے۔ اسمبلیوں میں ان کی نشستیں، جائیداد کی طرح محفوظ ہوتی ہیں۔ وڈیرے، جاگیر دار اور زمیندار چونکہ اپنے علاقوں کے آمر ہوتے ہیں اس لئے وہاں صرف وہی الیکشن لڑتے ہیں اور کامیاب ہو کر وفاقی اور صوبائی اسمبلیوں میں جاتے ہیں۔ اپنی مرضی سے وزارتیں بناتے ہیں اور دیہاتوں کے علاوہ شہروں پر بھی حکومت کرتے ہیں۔

مشرقی پاکستان کی علیحدگی:

پاکستان ۱۹۷۱ء میں انہی جاگیر داروں وزمینداروں کی وجہ سے اپنا ایک بازو کھو بیٹھا۔ مشرقی پاکستان میں ۱۹۵۰ء کی زرعی اصلاحات پر صرف ایک سال بعد ہی عملدرآمد شروع ہو گیا جس کے تحت ملکیت ارض اور قبضہ کے نظام میں بہت سی ترقی پسندانہ اصطلاحات شامل کی گئیں اس قانون کی دفعات کے تحت کاشتکار مزارعین اور مملکت کے مابین لگان وصول کرنے والے مفادات موقوف ہو گئے اور آئندہ اس قسم کے مفادات کا دوبارہ سر اٹھانے کا سدّباب کر دیا گیا، اراضی کے قبضۂ خاص کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کر دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں سرداریاں ختم ہو گئیں اور سیاست میں ترقی پسند اور انقلابی طبقہ کے عمل دخل کا روز افزوں اضافہ ہوا، یہ امر مغربی پاکستان کے حکمرانوں کیلئے پریشانی کا باعث تھا۔

مختلف طبقوں کے نمائندوں کی حیثیت سے مشرقی اور مغربی پاکستان کے رہنما متضاد نظریات اور عزائم کے حامل تھے اور ان کے لئے ایک دوسرے کے مسائل کی صحیح تفہیم ممکن نہ تھی۔ لہٰذا مشرقی پاکستان علیحدہ ہو گیا۔

اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں رکاوٹ:

ان زمینداروں، وڈیروں اور جاگیر داروں سے یہ امید رکھنا کہ وہ ملک میں قرآن وسنت کے مطابق صلوٰۃ وزکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نظام قائم کریں گے اور ان بنیادوں پر اسلامی معاشرہ کی تشکیل نو اور تعمیر کریں گے۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

۳۔ معاشی اثرات:

کسی بھی معاشرہ میں اگر معاشی عدل کا فقدان اور اقتصادی میدان میں ظلم واستحصال کی بھٹی گرم ہو اور انسان قرآن کی اصطلاح مترفین اور محرومین کے طبقات میں تقسیم ہو کر رہ جائے تو سماجی، سیاسی، اور ریاستی انصاف کے تمام دعوے باطل اور کھوکھلے قرار پاتے ہیں ملکی معیشت تباہ ہو جاتی ہے، نچلے اور درمیانے طبقہ کے لئے جسم وجان کا رشتہ بر قرار رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

مزارع کی معاشی حالت:

انسان کی حیثیت اس کائنات میں پائے جانے والے وسائل رزق کے امین کی ہے اور دہقان اس عالمگیر رزق رسانی کے ظاہری اسباب میں ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔ دہقان کا معاشرتی مقام نہایت اعلیٰ و ارفع ہونا چاہیے کیونکہ وہ سینۂ زمین کو چیر کر لعل و گوہر پیدا کرنے والی ذات ہے جبکہ ہمارے معاشرے میں اسے بحیثیت انسان بھی مقام حاصل نہیں۔ دووقت کھانے کے لئے روٹی اس کے پاس نہیں ہوتی۔ کچے گھروندے میں سر چھپائے بیٹھا رہتا ہے ایسے گھروندے جو کبھی بارشوں کی یلغار سے، کبھی دریاؤں کی طغیانی سے اور کبھی آگ کے جان لیوا شعلوں سے جل کر خاکستر ہو جاتا ہے جن کی عورتیں فیشن کی وجہ سے نہیں بلکہ چادر کی کمی کی وجہ سے عریانی کی حدود کو چھوتی ہیں جن کی اولاد گلیوں کے آوارہ کتوں کے ساتھ کھیلنے پر مجبور ہے کیونکہ ان کے لئے کوئی سکول نہیں۔ مزارع کی معاشی تنگدستی کا یہ عالم ہے کہ اس کے لئے جسم وجاں کا رشتہ بر قرار رکھنا مشکل ہے ساری زندگی جاگیر دار کے لئے کماتا ہے اور نسل در نسل یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کھیت سے کسان کو روزی نہ ملنے کی وجہ کوئی بھی ہو معاشرتی، اخلاقی، فنی، تکنیکی یا معاشی، قابل صد نفرین ہے جس کی وجہ سے خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔

ہر معاشی ماحول اخلاق و کردار پر گہرا اثر ڈالتا ہے اگر معاشی ماحول ایسا ہے کہ آبادی کا بڑا حصہ اچھی غذا حاصل نہیں کر سکتا نہ تن ڈھانک سکے نہ کوئی ڈھب کا جھونپڑا میسر آسکے تو وہ قوم کے اخلاق کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے۔ روزی کا محتاج انسان اس بات پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اخلاق کی بڑی بڑی قدروں کو چند ٹکے کے عوض فروخت کر دے۔ جسے اپنے بچوں کا پیٹ پالنا ہو اسے یہ درس دینا کہ قرض لے کر مکرنا نہیں چاہیے یا چوری نہیں کرنی چاہیے غیر متعلق نصیحت ہے۔

ہاری زرعی ماحول چونکہ معاشی انصاف سے دور کی بھی نسبت نہیں رکھتا اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ ہمارا اخلاقی معیار قرون اولیٰ کی نسبت بہت پست ہے۔[۴۱]

زرعی ترقی کی راہ میں رکاوٹ:

> "آج زمیندار زراعت میں نہ صرف کوئی تعمیری کردار ادا نہیں کر رہا بلکہ اس کا وجود زمین کی ترقی کے راستہ میں بڑا روگ بن گیا ہے"۔[۴۲]

زرعی ترقی میں رکاوٹ کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہمارے مالکان زمین مزارعین کو جو ان کی محنت کا صلہ اور سہولیات دیتے ہیں وہ اس قدر ناکافی ہوتی ہیں کہ اس کے لئے زمین کو دلجمعی سے کاشت کرنا ممکن ہی نہیں ہوتا، مثلاً کاشتکار کو اس امر کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی کہ زمیندار کب تک اسے اپنی زمینوں پر کاشت کرنے دے گا۔ کیونکہ زمیندار جب چاہے منٹوں میں کاشتکار کو زمین سے بے دخل کر سکتا ہے جس کو اس کی کئی نسلیں کاشت کرتی چلی آرہی ہیں۔ یہ عدم تحفظ کا احساس اس کے ذہن کو پراگندہ کر دیتا ہے اور وہ کاشتکاری میں پوری دلچسپی نہیں لیتا۔

اکثر زمیندار چونکہ اپنی زمینوں پر موجود نہیں رہتے اس لئے اس کی ترقی میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے، ان کی رہائش شہروں اور قصبوں میں ہوتی ہے اور اراضی کا انتظام اپنے کارندوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیتے ہیں جن کو نہ مزارعین سے کوئی ہمدردی ہوتی ہے اور نہ اراضی کو بہتر بنانے سے کوئی سروکار وہ صرف رقم حاصل کرنے میں دلچسپی لیتے ہیں جس کی وجہ سے کاشتکاری وزراعت کی ترقی کے لئے کوئی اقدامات نہیں کئے جاتے۔ جاگیردار نے آج تک اپنے علاقہ میں کاشتکار کی فلاح وبہبود کے لئے کوئی ادارہ قائم نہیں کیا ہے۔

ارتکاز دولت:

ہمارے زمینداری نظام کی یہ خوبی ہے کہ دولت واقتدار ان میں جمع ہو جاتا ہے زمیندار گاؤں میں "دیہہ خدا" ہوتے ہیں جو لوگوں کے رزق کے (بزہم خود) مالک ہوتے ہیں۔ انیس فاطمہ لکھتی ہیں:

"اس نظام نے چند لوگوں کو دیہہ خدا بنا کر مظلوموں کا خون چوسنے کے لئے مسلط کر دیا ہے"[۴۳]۔

زرعی سودی نظام:

سود کاری یا ساہو کاری کے جدید ادارے جو بینک کہلاتے ہیں زیادہ تر ۱۸ یا ۲۰ فیصد شرح حساب سے سود لیتے ہیں جب کہ چھوٹے بڑے زمیندار مزارعت یا بٹائی کے نام پر سو فیصد شرح کے حساب سے سود لیتے ہیں، دلیل یہ ہے کہ اپنے مزارعوں سے کل پیداوار کا نصف حصہ بٹائی کے نام پر وصول کرتے ہیں علاوہ بریں باقی نصف پیداوار کا وافر حصہ بھی سستے داموں خرید کر مہنگے داموں بیچ ڈالتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس جاگیر دارانہ اور زمیندارانہ ذہنیت نے زندگی کے ہر شعبہ کو بُری طرح متاثر کیا ہے زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جہاں عدل وانصاف اور مساوات کا دور دورہ ہو زندگی کی ساری آسائشیں مراعات یافتہ طبقہ کے لئے وقف ہو کر رہ گئی ہیں۔ دولت کے ارتکاز نے تمام آدمیوں سے زندہ رہنے کا حق بھی چھین لیا ہے۔ ۶۵ سال بعد بھی عام آدمی کی حالت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور لوٹ کھسوٹ کا رجحان فروغ پذیر ہے ناجائز ذرائع سے دولت کمانے کی ہوس میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ بددیانتی، سمگلنگ، چوربازاری، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ، منشیات فروشی اور تمام اخلاقی وسماجی سیاسی برائیوں کی جڑ یہی زمینداری وجاگیرداری نظام ہے۔

حواشی وحوالہ جات

١) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان ١٣٨٨ھ، ص:١/ ٤٢

٢) زرعی انسائیکلوپیڈیا، اردو سائنس بورڈ، لاہور پاکستان، ١٩٨٩ء، ص:٤٣٢

٣) سورۃ ابراہیم:٣٧

٤) ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ص:٨/ ١٤١

٥) المرغینانی، علی بن ابی بکر، کتاب الھدایۃ، کتاب المزارعۃ، مکتبہ شرکۃ علمیہ، ملتان،، ص:٤/ ٣٣٧

٦) ابنِ خلدون، عبد الرحمٰن بن محمد بن خلدون، تاریخ ابنِ خلدون، ص:٢/ ٣٨٣

٧) ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ١٥، رقم الحدیث: ٢٠٧٢

٨) مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، ص: ٣/١١٨٩، رقم الحدیث: ١٥٥٣

٩) علامہ یوسف القرضاوی، اسلام میں حلال و حرام، شمس پیرزادہ، الدار السلفیہ، بمبئی، انڈیا، ص:٢:١٧١

١٠) محمد بن جریر طبری، تاریخ الامم والملوک، ص: ٢/ ٢٢٦

١١) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ص: ٣٥

١٢) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ١/ ٢٦٧

١٣) ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب الوقف ، ص: ١/ ٣٨٩

١٤) ایضاً، کتاب المناقب، ص:١/ ٣١٦

١٥) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ص: ٨٨

١٦) ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب المزارعۃ ص: ١/ ٣١٧

١٧) ایضاً، ص: ٣١٢، نیز طحاوی، ص:٢/ ٢٦٢

١٨) علی المتقی بن حسام الدین، کنز العمال، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ص:٤/ ٢٣٤

١٩) ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابنِ ماجہ، ص: ١٧٩

٢٠) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ص: ١٠٧

٢١) ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب المزارعۃ ، ص:١/ ٣١٧

٢٢) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ص: ١٠٧

٢٣) ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع ترمذی، میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان، ص: ١/ ١٦٦

٢٤) اصلاحات اراضی ٣، حکومت پاکستان پلاننگ بورڈ، اسلام آباد

۲۵) ایضاً

۲۶) ایضاً، ۴

۲۷) ایضاً، ۵

۲۸) انیس فاطمہ، پاکستان کا معاشی پس منظر، ص: ۸۰

۲۹) اصلاحات اراضی، ۵، حکومت پاکستان پلاننگ بورڈ اسلام آباد

۳۰) انیس فاطمہ، پاکستان کا معاشی پس منظر، ص: ۷۵

۳۱) ایضاً، ص: ۸۴

۳۲) انیس فاطمہ، پاکستان کا معاشی پس منظر، ص:۸۶

۳۳) عقیل عباسی، پاکستان کے سیاسی وڈیرے، فرنٹیر پوسٹ پبلیکیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۳ء، ص:۱۷

۳۴) محمود مرزا، سندھ میں سیاسی طوفان، ص: ۱۰۷

۳۵) رحمت اللہ طارق، زمینداری، جاگیرداری اور اسلام، البیان، لاہور، پاکستان، ص: ۲۰۲

۳۶) مسعود کھدر پوش، ہاری رپورٹ (آج اور کل) ص: ۳۴، ۳۵

۳۷) ایضاً، ص: ۳۶

۳۸) منہاج، اکتوبر ۱۹۸۹۔ ص:۶۷۔ اصلاحات اراضی، ۳۱، حکومت پاکستان پلاننگ بورڈ اسلام آباد

۳۹) مبشر حسن، پاکستان کے جعلی حکمران طبقے، ص: ۲۹

۴۰) ندائے کسان (ماہنامہ) اگست ۱۹۹۳ء

۴۱) محمود احمد، مسئلہ زمین اور اسلام، طبع: ص: ۶۵ ادارہ ثقافت اسلامیہ

۴۲) ایضاً، ص:۱۳۷

۴۳) انیس فاطمہ، پاکستان کا معاشی پس منظر، ص: ۱۱۹

****